سُورَةُ الَّيْل

سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً

سورۂ لیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝١ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝٢ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝٣

قسم رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب روشن ہو اور اس کی جو اس نے پیدا کئے نر اور مادہ

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝٤ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝٥ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝٦

تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا اور سچ جانا بھلی بات کو

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝٨ وَكَذَّبَ

تو اسکو ہم رفتہ رفتہ پہنچا دیں گے آسانی میں، اور جس نے نہ دیا اور بے پروا رہا اور جھوٹ جانا

بِالْحُسْنٰى ۝٩ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝١٠ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝١١

بھلی بات کو، سو اسکو ہم رفتہ رفتہ پہنچا دیں گے سختی میں اور کام نہ آئیگا اس کے مال اسکا جب گڑھے میں گرے گا

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝١٢ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝١٣ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا

ہمارا ذمہ ہے راہ سجھا دینا اور ہمارے ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا سو میں نے سنا دی تم کو خبر ایک

تَلَظّٰى ۝١٤ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝١٥ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٦ وَسَيُجَنَّبُهَا

بھڑکتی ہوئی آگ کی، اسمیں وہی گریگا جو بڑا بدبخت ہے جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا اور بچا دیں گے اس سے بڑے

الْاَتْقَى ۝١٧ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝١٨ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ

ڈر والے کو جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو اور نہیں کسی کا اس پر احسان جس کا

تُجْزٰٓى ۝١٩ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝٢٠ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝٢١

بدلہ دے مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے اور آگے وہ راضی ہوگا

خلاصۂ تفسیر

قسم ہے رات کی جبکہ وہ (آفتاب کو اور دن کو) چھپالے، اور قسم ہے دن کی جبکہ وہ روشن ہو جاوے اور قسم ہے اُس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا (مراد اللہ تعالیٰ ہے آگے جواب قسم ہے) کہ بیشک تمہاری کوششیں (یعنی اعمال) مختلف ہیں (اور اسی طرح انکے ثمرات بھی مختلف ہیں) سو جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملتِ اسلام) کو سچا سمجھا تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے (راحت کی چیز سے نیک عمل اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے کہ یُسریٰ کا سبب اور محل ہے اسی لئے یُسریٰ کہدیا گیا ورنہ یُسریٰ کے معنی ہیں آسان چیز) اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی ملتِ اسلام) کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیدیں گے (تکلیف کی چیز سے بدعمل اور بواسطہ بدعمل کے دوزخ مراد ہے کہ عُسریٰ کا سبب اور محل ہے اسلئے اُس عسر کو عُسریٰ کہدیا گیا اور سامان دینے سے مراد دونوں جگہ یہ ہے کہ اچھے یا بُرے کام اُس کے لئے آسان ہو جائیں گے اور بے تکلف سرزد ہونے لگیں گے اور ویسے ہی اسباب جمع ہو جاویں گے پھر نیک اعمال کا سامانِ جنت ہونا اور اعمال بد کا سامانِ دوزخ ہونا ظاہر ہی ہے۔ حدیث میں ہے اما من کان من اھل السعادۃ فییسّر لعمل اھل السعادۃ وکذا فی الشقاوۃ) اور (آگے صاحبِ عُسریٰ کا حال مذکور ہے کہ) اس کا مال اسکے کچھ کام نہ آویگا جب وہ برباد ہونے لگے گا (بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے) واقعی ہمارے ذمہ (اپنے وعدہ کے مطابق) راہ کا بتلا دینا ہے (سو وہ ہم نے پوری طور سے بتلا دیا ہے پھر کسی نے ایمان و طاعت کی راہ اختیار کرلی جسکا ذکر مَنْ اَعْطٰى الخ میں ہوا ہے، اور کسی نے کفر و معصیت کی راہ کو اختیار کر لیا جس کا ذکر مَنْ بَخِلَ میں ہوا ہے) اور (جیسی راہ کوئی شخص اختیار کریگا ویسا ہی ثمرہ اس کو دیں گے کیونکہ) ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دنیا (یعنی دونوں میں ہماری ہی حکومت ہے اس لئے دنیا میں ہم نے احکام مقرر کئے اور آخرت میں مخالفت اور موافقت پر سزا و جزا دیں گے جسکا بیان دو جگہ فَسَنُيَسِّرُهٗ میں ہوا ہے۔ آگے اسی تنقیح اور توضیح کے ارشاد ہے کہ میں نے جو تم کو اعمالِ مختلفہ کی مختلف جزائیں بتلا دی ہیں) تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں (جس پر جملہ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى دلالت کرتا ہے تاکہ ایمان و طاعت جن کا ذکر اَعْطٰى الخ میں ہے اختیار کرکے اس آگ سے بچو، اور کفر و معصیت جن کا ذکر بَخِلَ الخ میں ہے اختیار کرکے دوزخ میں نہ جاؤ کیونکہ اسمیں جانے اور نہ جانے کے یہی اسباب ہیں چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) اس میں ہمیشہ کے لئے وہی بدبخت داخل ہوگا جس نے (دینِ حق کو) جھٹلایا اور اس سے روگردانی کی اور اس سے ایسا شخص دُور رکھا جاویگا جو بڑا پرہیزگار ہے، جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہو جاوے۔ (یعنی محض رضائے حق اسکا مطلوب ہے) اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے (کہ یہی اس کا

مقصود ہے) اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ (اس دینے سے) اسکا بدلہ اُتارنا (مقصود) ہو (اسمیں نہایت ہی مبالغہ ہے اخلاص میں کیونکہ کسی کے احسان کا بدلہ اُتارنا بھی فی نفسہ مستحب اور فضل و موجبِ ثواب ہے مگر فضیلت میں احسان ابتدائی کی برابر نہیں، پس جب اس شخص کا انفاق فی سبیل اللہ اس سے بھی مبرا ہے تو ریا وغیرہ معاصی کی آمیزش سے بدرجۂ اولیٰ بری ہوگا اور یہ کمال اخلاص ہے) اور (ایسے شخص کے لئے اوپر صرف جہنم سے بچنا مذکور تھا آگے حصول نعمائے آخرت کو فرماتے ہیں کہ) یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا (یعنی آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی جن سے اس کو دائمی خوشی نصیب ہوگی)

معارف و مسائل

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى، یہ ایسا جملہ ہے جیسے سورۂ انشقاق میں مذکور ہوا اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا جس کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی فطرت سے کسی نہ کسی کام کے لئے سعی و عمل اور جدوجہد کرنیکا خوگر ہے مگر بعض لوگ اپنی جد و جہد اور محنت سے دائمی راحت کا سامان کر لیتے ہیں اور بعض دوسرے اپنی اسی محنت سے دائمی عذاب خرید لیتے ہیں جیسے حدیث میں ہے کہ ہر انسان جب صبح کو اُٹھتا ہے تو وہ اپنے نفس کو تجارت پر لگا دیتا ہے کوئی تو اس تجارت میں کامیاب ہوتا ہے اور اپنے آپ کو عذابِ آخرت سے آزاد کر لیتا ہے اور کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسکی محنت اور سعی و عمل ہی اُس کی ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے مگر عقل کا کام یہ ہے کہ پہلے اپنی سعی و عمل کے انجام کو سوچے جس عمل کے انجام میں وقتی آرام و لذت ہو مگر دائمی عذاب رنج کا سبب بنے اُس کے پاس نہ جائے۔

سعی و عمل کے اعتبار سے انسانوں کے دو گروہ آگے قرآن حکیم نے سعی و عمل کے اعتبار سے انسانوں کے دو گروہ بتلائے اور دونوں کے تین تین اوصاف ذکر کئے۔ پہلا گروہ کامیاب لوگوں کا ہے اُن کے تین عمل یہ ہیں فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى، یعنی جس نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور اللہ سے ڈر کر زندگی کے ہر شعبہ میں اُس کے احکام کی خلاف ورزی سے بچتا رہا اور جس نے اچھی بات کی تصدیق کی۔ اچھی بات سے مراد کلمۂ ایمان لا الٰہ الا اللہ ہے۔ (کما قالہ ابن عباس والضحاک والسدی) اس کلمہ کی تصدیق سے مراد ایمان لے آنا ہے اور اگرچہ ایمان سب اعمال کی رُوح اور سب سے مقدم ہے اسکو یہاں مؤخر کرنیکی شاید یہ وجہ ہو کہ اس جگہ ذکر سعی و عمل اور جد و جہد کا ہے اور وہ اعمال ہی ہیں۔ ایمان تو ایک قلبی چیز ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی تصدیق کرے پھر زبان سے بھی اسکا اقرار کلمۂ شہادت کے ذریعہ کرے، اور ظاہر ہے کہ ان دونوں چیزوں میں کوئی جسمانی محنت نہیں نہ کوئی اسکو اعمال کی فہرست میں شمار کرتا ہے

دوسرے گروہ کے بھی تین عمل کا ذکر فرمایا وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى، یعنی جس نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کیا کہ زکوٰۃ فرض اور صدقات واجبہ بھی ادا کرنے سے گریز کیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اسکی طرف جھکنے اور اطاعت اختیار کرنے کے بجائے اُس سے بے نیازی اور بے رُخی اختیار کی اور اچھی بات یعنی کلمۂ ایمان

کی تکذیب کی، ان دونوں گروہوں میں سے پہلے گروہ کے بارے میں فرمایا فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى، یُسریٰ کے لفظی معنے ہیں آسان اور آرام دہ چیز جسمیں مشقت نہ ہو مراد اس سے جنت ہے۔ اسی طرح اسکے بالمقابل دوسرے گروہ کے متعلق فرمایا فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى، عُسریٰ کے لفظی معنے مشکل اور تکلیف دہ چیز کے ہیں، مراد اس سے جہنم ہے۔ اور معنے دونوں جملوں کے یہ ہیں کہ جو لوگ اپنی سعی و محنت پہلے تین کاموں میں لگاتے ہیں یعنی اللہ کی راہ میں خرچ اور اللہ سے ڈرنا اور ایمان کی تصدیق، ان لوگوں کو ہم یُسریٰ یعنی اعمال جنت کے لئے آسان کر دیتے ہیں اور جو لوگ یہ سعی و عمل دوسرے تین کاموں میں لگاتے ہیں ان کو ہم عُسریٰ یعنی اعمال جہنم کے لئے آسان کر دیتے ہیں، یہاں بظاہر مقتضائے مقام یہ کہنے کا تھا کہ اُن کے لئے اعمالِ جنت یا اعمالِ دوزخ آسان کر دیئے جائیں گے کیونکہ آسان یا مشکل ہونا صفت اعمال ہی کی ہوسکتی ہے، تو خود ذوات واشخاص نہ آسان ہوتے ہیں نہ مشکل، مگر قرآن کریم نے اس کی تعبیر اسطرح فرمائی کہ خود ان لوگوں کی ذات اور وجود ان اعمال کے لئے آسان کر دیئے جاویں گے اسمیں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان کی طبیعتوں اور مزاجوں کو ایسا بنا دیا جائیگا کہ پہلے گروہ کیلئے اعمالِ جنت انکی طبیعت بن جائیگی اُن کے خلاف کرنے میں وہ تکلیف محسوس کرنے لگیں گے، اسی طرح دوسرے گروہ کا مزاج ایسا بنا دیا جاویگا کہ اس کو اعمالِ جہنم ہی پسند آئیں گے، انھیں میں راحت ملے گی اعمالِ جنت سے نفرت ہوگی۔ ان دونوں گروہوں کے مزاجوں میں یہ کیفیت پیدا کر دینے کو اس سے تعبیر فرمایا کہ یہ خود ان کاموں کے لئے آسان ہوگئے۔ ایک مرفوع حدیث میں اس کی تائید اس طرح آئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعملوا فکل میسر لما خلق لہ، اما من کان من اھل السعادۃ فسییسر لعمل السعادۃ واما من کان من اھل الشقاوۃ فسییسر لعمل اھل الشقاوۃ (رواہ البخاری ومسلم عن علیؓ) یعنی تم جو عمل کرتے ہو وہ کرتے رہو کیونکہ ہر ایک آدمی کے لئے وہی کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا، اس لئے جو اہل سعادت نیک بخت خوش نصیب ہیں تو اہل سعادت ہی کے اعمال اُن کی طبعی رغبت بنجاتے ہیں اور جو اہل شقاوت بدنصیب یعنی اہلِ جہنم ہیں اُن کے لئے اہل شقاوت ہی کے اعمال کرنا مزاج اور طبیعت بنجاتی ہے۔ مگر یہ دونوں چیزیں اپنے خداداد اختیار کو استعمال کرنے کے نتیجہ میں ملتی ہیں اسلئے ان پر عذاب و ثواب کا ترتب مستبعد نہیں کہا جا سکتا۔

اسکے بعد بدنصیب گروہ اہلِ جہنم کو تنبیہ ہے وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى، یعنی جس مال کیخاطر یہ کمبخت حقوقِ واجبہ میں بھی بخل کیا کرتا تھا یہ مال اس پر عذاب آنے کے وقت کچھ کام نہ دیگا۔ تَرَدّٰى کے لفظی معنے گڑھے میں گر جانے اور ہلاک ہونے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ موت کے بعد قبر میں اور پھر قیامت میں جب وہ جہنم کے گڑھے میں گرتا ہوگا تو یہ مال اُس کو کچھ نفع نہیں دیگا۔

لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى، یہ نارِ جہنم کے حال کا بیان ہے کہ اسمیں داخل نہیں ہوگا مگر وہی شخص جو بدنصیب ہے اور جس نے اللہ و رسول کی تکذیب کی اور اُن کی اطاعت سے روگردانی کی اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ و رسول کی تکذیب کرنیوالا صرف کافر ہی ہو سکتا ہے۔ اس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مومن گنہگار جو تکذیب کا مجرم نہیں جہنم میں نہیں جائے گا، حالانکہ قرآن و حدیث کی بیشمار نصوص اس سے بھری ہوئی ہیں،

کہ مومن بھی جو گناہ کرتا ہے اگر اُسنے توبہ نہ کرلی یا کسی کی شفاعت سے یا خالص رحمت سے اسکو معاف نہ کردیگیا تو وہ بھی جہنم میں جائیگا اور اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے تک جہنم میں رہے گا، البتہ سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا اور پھر ببرکت ایمان جنت میں داخل ہو جائیگا، بظاہر اس آیت کے الفاظ اس کیخلاف ہیں اس لئے ضروری ہے کہ مراد اس آیت کی وہ ہو جو دوسری آیاتِ قرآن اور احادیث صحیحہ کیخلاف نہو، اسکی بہت آسان توجیہ تو وہ ہے جو خلاصہ تفسیر میں لی گئی ہے کہ یہاں دخولِ جہنم سے مراد وہ دخول ہے جو ہمیشہ کے لئے ہو اور ایسا دخول صرف کافر کے ساتھ مخصوص ہے مومن کسی نہ کسی وقت بالآخر اپنے گناہ کی سزا پوری کرنے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائیگا۔ علماء مفسرین نے اسکے سوا دوسری کچھ توجیہات بھی بیان فرمائی ہیں وہ بھی اپنی جگہ درست ہو سکتی ہیں۔ اور تفسیر مظہری میں اس کی ایک توجیہ یہ کی ہے کہ اس آیت میں الاشقیٰ اور الاتقیٰ سے مراد عام نہیں، بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں موجود تھے، اُن موجودین میں سے کوئی مسلمان باوجود گناہ سرزد ہونے کے بھی ببرکت صحبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جہنم میں نہیں جائے گا۔

صحابۂ کرام سب کے سب جہنم سے محفوظ ہیں وجہ یہ ہے کہ اول تو ان حضرات میں کسی سے بھی گناہ کا صدور بہت ہی شاذونادر ہوا ہے اور بوجہ خوفِ آخرت کے اُن کے حالات سے یہ لازم معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی سے کوئی گناہ ہوا بھی ہے تو اُسنے توبہ کرلی ہوگی۔ پھر اسکے ایک گناہ کے مقابلے میں اُس کے اعمالِ حسنہ اتنے زیادہ ہیں کہ انکی وجہ سے بھی یہ گناہ معاف ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ، یعنی نیک اعمال بُرے اعمال کا کفارہ بنجاتے ہیں اور خود صحبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسا عمل ہے جو تمام اعمالِ حسنہ پر غالب ہے۔ حدیث میں صلحاءِ اُمت کے بارے میں آیا ہے هم قوم لا يشقى جليسهم ولا يخاب انيسهم (صحیحین) یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کیساتھ بیٹھنے والا شقی و نامراد نہیں ہو سکتا اور جو اُن سے مانوس ہو وہ محروم نہیں رہ سکتا۔ تو جو شخص سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا جلیس اور انیس ہو وہ کیسے شقی ہو سکتا ہے۔ اسی لئے احادیث صحیحہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب ہی عذاب جہنم سے بری ہیں۔ خود قرآن کریم میں صحابہ کرام کے بارے میں یہ موجود ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى، یعنی انمیں سے ہر ایک کے لئے اللہ نے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور دوسری آیت میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ، یعنی جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے حسنیٰ مقدر ہو چکی ہے وہ نارِ جہنم سے دُور رہیں گے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جہنم کی آگ اُس شخص کو نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا ہے (ترمذی عن جابرؓ)

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى، یہ اہلِ شقاوت کے مقابل اہلِ سعادت تقویٰ شعار حضرات کی جزاء کا بیان ہے کہ جو آدمی اتقیٰ یعنی مکمل اطاعتِ حق کا خوگر ہو اور وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف اسلئے خرچ کرتا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جائے ایسا شخص اس جہنم کی آگ سے دُور رکھا جائے گا۔ الفاظ آیت کے تو عام ہیں جو شخص بھی ایمان کیساتھ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اُس کے لئے یہ

بشارت ہے لیکن شانِ نزول کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مراد اس لفظ الاتقیٰ سے حضرت صدیق اکبرؓ ہیں ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ سات مسلمان ایسے تھے جن کو کفارِ مکہ نے اپنا غلام بنایا ہوا تھا جب وہ مسلمان ہوگئے تو ان کو طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا بڑا مال خرچ کرکے اُن کو کفار سے خرید کر آزاد کردیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مظہری)

اسی کے مناسب آیت کا آخری جملہ ہے وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى، یعنی جن غلاموں پر حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ احسانِ عظیم فرمایا کہ زرِ کثیر خرچ کرکے خرید اور آزاد کردیا، ان کا کوئی سابقہ احسان بھی انکے ذمہ نہیں تھا جس کے بدلے میں یہ اقدام کرتے بلکہ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى، یعنی انکا مقصد اللہ تعالیٰ عالیشان کی رضاجوئی کے سوا کچھ نہ تھا۔

مستدرک حاکم میں حضرت زبیرؓ سے منقول ہے کہ صدیق اکبرؓ کی یہ عادت بھی تھی کہ جس مسلمان کو کفار کے ہاتھ میں قیدی دیکھتے اُس کو خرید کر آزاد کردیتے تھے اور یہ لوگ عموماً ضعفاء ہوتے تھے، صدیق اکبرؓ کے والد حضرت ابو قحافہؓ نے ان سے فرمایا کہ جب تم غلاموں کو آزاد ہی کرتے ہو تو اتنا کام کرلو کہ ایسے غلاموں کو آزاد کیا کرو جو قوی و بہادر ہیں تاکہ وہ کل تمھارے دشمنوں کا مقابلہ اور تمھاری حفاظت کرسکیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میرا مقصد ان آزاد کردہ حضرات سے کوئی فائدہ اُٹھانا نہیں بلکہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے ان کو آزاد کرتا ہوں (مظہری)

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى، یعنی جس شخص نے اپنا مال خرچ کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو دیکھا اپنا کوئی دنیوی فائدہ نہیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ بھی آخرت میں اسکو راضی ہی کردیں گے کہ جنت کی نعماءِ عجیبہ دائمہ نصیب فرمادیں گے۔ شانِ نزول کے واقعہ سے ان آیات کا صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہونا ثابت ہے اس لئے یہ آخری کلمہ حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے ایک عظیم خوشخبری اور اعزاز ہے کہ ان کو دنیا ہی میں اللہ کیطرف سے راضی کردیئے جانے کی خوشخبری سنادی۔

تمت سورۃ الیل بحمد اللہ ۲۵ شعبان ۱۳۹۱ھ